امام خمینیؒ ایک مرد عارف

پروفیسر سیدہ بلقیس فاطمہ حسینی

سالہا می گذرد حادثہ ہا می آید
انتظار فرج از نیمۂ خرداد کشم ۱

ا۔ تعریف عرفان:

عرفان اس آگہی اور حکمت الٰہیہ کا نام ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے معبود کو پہچانتا ہے۔ طالبان حق وسالکان راہ طریقت کے اس مقام خاص تک پہونچنے کی کیفیت کو عرفان کہتے ہیں۔

۲۔ ضرورت عرفان:

کائنات کی ہر شئے کمال کی طرف مائل ہے خواہ شجر ہو یا حجر۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ تکوینی وتخصیصی۔ تکوینی سے مراد یہ ہے کہ خواہ ونا خواہ درخت بلندی کی طرف رواں دواں ہے، بچہ کا قد آج کچھ ہے اور کل کچھ۔ اس ترقی وکمال میں موجود ومخلوق کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہے۔ ہر شئے اپنی فطرت کے اعتبار سے نشوونما پارہی ہے۔ لیکن تخصیصی کمال اگر موجودات کے لئے فراہم ہوجائے تو چمن میں بکھرا ہوا پھول سر کا تاج بن جاتا ہے اور زمینوں کے سینے میں دبے ہوئے پتھر تراش وخراش کے بعد کوہ نور بنکر نظروں کو خیرہ کرتے ہیں۔ انسان تکوینی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اس کا قد وقامت موجودات عالم میں سب سے زیادہ دیدہ زیب ہے۔ ارشاد ہورہا ہے۔ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔۲ بہ اعتبار خدوخال انسان سے زیادہ حسین کوئی مخلوق نہیں۔ ارشاد ہورہا ہے۔ "صورکم فقد احسن

صور کم" [۳] اسی طرح زبان وبیان کے اعتبار سے انسان سے زیادہ کوئی ذی روح اور خوش لب ولہجہ نہیں۔ ارشاد ہورہا ہے"الله نزل احسن الحديث كتابا۔[۴]" یہ وہ ساری خوبیاں ہیں جس کو وہبی یا تکوینی کہتے ہیں۔ لیکن انسانیت کو چار چاند اس وقت لگ جاتے ہیں جب انسان وہبی کمال کو کسبی کمال سے مزین کرتا ہے۔ ایک عارف کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندران صفات کو متجلی کرے جس کا وہ مظہر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اسی لئے جب وہ وادی عرفان وایقان میں قدم رکھتا ہے تو اس کی سعی یہی رہتی ہے کہ خود کو صفات افعال خداوند منان کا مظہر قرار دے۔

عارف اور عام انسان میں یہ فرق ہے کہ عارف غیر اللہ کو ضلالت وگمراہی تصور کرتا ہے جس کی طرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ ہے۔"ماذا بعد الحق الاالضلال۔" [۵]
مرحوم امام خمینیؒ کے عارفانہ اشعار میں اس کی طرف جابجا اشارہ ہے۔

تو راہ جنت و فردوس را در پیش خود دیدی
جدا گشتی ز راہ خود و پیوستی بہ با طلہا [۶]
جنت و فردوس دیکھی اور وہیں پر رک گئے
دوستی باطل سے کرلی حق سے منھ کو موڑ کر

عرفا کے نزدیک جنت تک رسائی مقصد ومدعا نہیں کیونکہ جنت اپنی تمام نعمتوں اور آسائشوں کے باوجود بہر حال مخلوق ہے اور عارف کو مخلوق سے سروکار نہیں ہوتا بلکہ اس کو وجود مطلق کی طرف بڑھنا ہوتا ہے جہاں عوام تو عوام خواص کی نظر بھی نہیں ہوتی۔ وہ جب سیر وسلوک کی منزلیں طے کرتا ہے تو اس کی نظر، عرفانی زبان میں من الحق الی الحق ہوتی ہے۔ اور غیر عارف کی نظر من الحق الی الخلق ہوتی ہے۔ مرحوم امام خمینی نے اس کا تذکرہ اپنی شرح فصوص میں فرمایا ہے لہذا جب سجدہ کے اسرار کا تذکرہ فرماتے ہیں تو لکھتے ہیں۔

سجدہ اصحاب قلوب ومعرفت کے نزدیک غیر اللہ اور کثرت سے رشتہ توڑ کر

وحدت سے ارتباط کا نام ہے، بلکہ اس سے بھی عظیم تر مرحلہ یہ ہے کہ حالت سجدہ میں انسان صفات خداوندمتعال کی کثرت سے بھی رشتہ توڑ چکا ہوگا۔ یعنی ذات محض مقصود سجدہ عارف ہوا کرتی ہے۔ اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو معبود وعابد کے درمیان وحدت صفات پیدا ہوجاتی ہے۔ اس جگہ پہونچ کر سمت واشارہ بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ ے

اس مرتبہ تک پہنچے کے لئے ارباب فکر ونظر کے درمیان بھی مراتب ہیں جس کا تذکرہ فقیہ راحل نے فرمایا ہے۔

۱۔ مقام ادراک

۲۔ مقام ایمان

۳۔ مقام شہود

۴۔ مقام وحدت محض

☆ ۔مقام ادراک : یہ وہ مرتبہ ہے جس کو طے کرنے کے لئے علم وفکر وبرہان کا سہارا لیا جاتا ہے۔ علماء وحکماء اس مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔

☆ ۔ مقام ایمان: اس مرتبہ کا کمال ، اطمینا ن سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ پر صاحبان یقین اور مومنین پہنچتے ہیں۔

☆ ۔مقام شہود: اس منزل پر صاحبان قلب پہنچتے ہیں ، جو اپنے باطن کی نورانیت سے وجود مطلق میں فنا ہوجاتے ہیں اور توحید کامل ان کے دلوں پر وحدت کی شعاعیں ڈالتی رہتی ہے۔

☆ مقام وحدت محض: یہ مقام اولیاء کاملین اور صاحبان تحقیق کا حق ہے۔ اس مرتبہ پر سرکار رسول اکرمؐ فائز ہیں ۸ اس مرتبہ پر پہنچنے والے کے لئے ارشا د الٰہی ہے۔ ان اولیائی تحت قبایی لایعرفھم غیری۔ ۹

عارف کا زاویۂ فکر

عارف اگرچہ انسانوں کے درمیان سوتا جاگتا ہے لیکن اس کا ہر عمل اوروں سے

مشابہت کے باوجود معنویت کے اعتبار سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کو صرف فقہی حیثیت سے نہیں دیکھتا جیسا کہ دوسرے تصور کرتے ہیں ۔ ایک نماز ہی کو لیجئے جو مومن کے لئے فقط عبادت اور روز قیامت میں اجر وثواب کا مرتبہ رکھتی ہے، لیکن یہ نماز عارف کے نزدیک وہ شکل وصورت نہیں رکھتی جو عوامی ہوتی ہے، اس ضمن میں امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

''نماز کی ظاہری صورت : دنیا آب وگل کے مکروہات سے نمازی کو بچاتی ہے۔ نماز کی ملکوتی صورت : برزخ کے مکروہات اور اس کی زحمتوں سے نجات دیتی ہے۔ نماز کی عقلی صورت : ذہن کو تصور گناہ سے بچاتی ہے۔

نماز کی معنوی صورت : ''اولیاء اللہ کی نمازوں میں نظر آتی ہے۔''

سالک کا زاویہ نگاہ :

پہلا مرحلہ سالک نفس کی پیش قدمی سے آزاد ہوتا ہے ۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ دائیں بائیں یعنی یمین ویسار سے غافل ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ نے نماز کے اوقات کو'' میقات حضور رب'' و'' میعاد جناب ربوبیت'' کہا ہے ان اہل سلوک کے لئے بزم انس ومحفل قدس بارگاہ ایزدی میں ملاقات کی سعادت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور جان ودل سے اس کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہے کہ اس نے اپنی بزم میں داخلے اور مناجات کی اجازت دی۔ دھیرے دھیرے یہ عمل واحساس روح وقلب کو ایسی سعادت سے سرفراز کرے گا کہ ایک روز اس کے قلب پر کشف جلال وجمال احدیت کے نمونہ ظاہر ہوں گے لیکن بعد میں سلوک الی اللہ کا راستہ کھل جائے گا''[۱۰]

اولیاء اللہ کے لئے قبلہ کی طرف توجہ سرّ وحدت کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ بس عارف کے لئے یہ تمام موجودات سامان شہود ہیں۔ اور کسی آئینہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ بقول امیر الاولیاء حضرت علیؑ'' وما رایت شیئاً الا ورایت الله فیه وقبله وبعده''

اسی طرح ایک عام امام جمعہ اور ایک عارف امام جمعہ میں فرق ہے کہ امام کی

حیثیت فالمومن وحده جماعة جیسی ہے۔ اگر وہ اپنی نماز کی حفاظت کرے اور اسے تمام ادائیگی نماز میں روحانیت رسول یا ولایت امیر الاولیاء یا امام کے سپرد کر دے اور ان کی زبان سے ثناء حق کرے تو وہ ملائکہ اور جنودالہیہ کا امام ہوگا اور خود کو رسالت وولایت کے سامنے ماموم پائیگا اور کہتے ہیں کہ اس راہ سلوک کے طے کرنے میں ان کی پیروی کرے جو خضر طریقت اورصراط مستقیم ہے یعنی امیر المومنین حضرت علیؑ ''[۱۱]

اسی طرح قرأت نماز کے سلسلہ میں انہوں نے قرأت کے پانچ خواص بیان کیئے ہیں۔

۱۔قرأت عامہ: ظاہری صحت جیسے تجوید

۲۔قرأت خاصہ: کلام الٰہی کے لطیف پہلوؤں اور حقیقتوں کو دلائل ومعرفت کے ذریعہ سے سمجھنا۔

۳۔قرأت اصحاب معرفت: یہ کیفیت علم ومعرفت کے بعد مشاہدات پر مبنی ہے۔

۴۔قرأت اصحاب قلوب: حقائق قرآن کے بعض مراتب کو سمجھنے کے بعد یہ قرأت قلبی کیفیات کی ترجمان ہوتی ہے۔

۵۔قرأت اصحاب ولایت: عام انسانوں کے بس کی بات نہیں اسکے مختلف مرحلہ ہیں جہاں صرف ولی پہونچتا ہے۔ پہلا مرحلہ اسکے قلب پر تجلی فعلیہ کا ہے۔ دوسرا مرحلہ تجلی اسمائیہ اور تیسرا مرحلہ تجلی ذاتیہ ہے۔ ایسی حالت میں نمازی کی یہ وہ منزل ہوتی ہے جب حمد وثناء حق سے ہوتی ہے۔'' والله يصير لسان العبد '' اور'' والعبد يصير لسان الله '' یعنی خدا بندہ کی زبان ہوتا ہے اور بندہ خدا کی زبان۔ امیر مومنان نے فرمایا'' انا عين الله ولسانه الصادق ويده '' میں اس کی آنکھ ہوں اس کی سچی زبان اور اس کا ہاتھ۔

امام خمینیؒ ایک ایسی ذات کا نام ہے جس نے نہ صرف ایک سیاسی انقلاب برپا کیا بلکہ یہ ان کا عرفان تھا جس نے قوم وملت کے درمیان ایک عرفانی کیفیت پیدا کی اور عشق

وشوق کے اس مقام پر پہونچایا کہ اصلاً ایک منصوری کیفیت اس عہد کے جوانوں اور نوجوانوں میں نظر آتی ہے۔ ایران کا انقلاب بہ یک وقت ثقافتی سماجی سیاسی اور مذہبی انقلاب تھا اور یہ اس عارف حقیقی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا جس میں نہ صلہ کی تمنا، نہ شہرت کی آرزو، صرف وصرف خدمت خلق اور یادالٰہی تھی۔ امام خمینیؒ صاحب فکروتدبر تھے انہوں نے فقہی اسلامی وعرفانی مسائل پر کتابیں لکھی ہیں۔ موصوف شاعر بھی تھے مختلف مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان کے عارفانہ کلام پر شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ عصر حاضر میں عام شاعر اور عارف کی عشقیہ شاعری میں زمین وآسمان کا فرق ہے عام شاعری کا معشوق مجازی ہوتا ہے لیکن عارف جب اپنے اشعار میں معشوق کو مخاطب کرتا ہے تو اس کے خطاب کی دنیا عوامی شاعر سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ زلف سے ہمارا شاعر کبھی گھٹا مراد لیتا ہے تو کبھی اسے ناگن سے تعبیر کرتا ہے لیکن عارف کی نگاہ زلف سے مراد علامت ظلمات وحجاب ہے۔

تا شد بہ زلفِ یار سر شانہ آشنا
مسجود قدسیاں ہمگی شانۂ من است ۱۲

اس جگہ زلف سے مراد وہ اسرار الٰہی جس کو طے کرنے میں سالک الی اللہ کو لو ہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔

امام خمینیؒ کے اشعار ان کی اس عرفانی فکر کے آئینہ دار ہیں۔

چشم خراب دوست ، خرابم نمودہ است
آبادی دوکون بہ قربان این خراب ۱۳
چشم خراب دوست نے مجھ کو کیا تباہ
دونوں جہاں کی ملتیں اس پر نثار ہوں

ایک غزل میں اپنی مجبوری اور شوق دیدار اور دنیاوی نظام پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ازدرس وبحث مدرسہ ام حاصلی نشد
کی می توان رسید بہ دریا ازین سراب ۱۴
یہ مدرسے یہ درس یہ بحثیں سراب ہیں
سامان تشنگی ہیں یہ، دریا ہے لاپتہ
ہر چہ فراگرفتم و ہرچہ ورق زدم
چیزی نبود غیر حجابی پس از حجاب ۱۵
تحصیل علم اور ورق میں کتاب کے
کچھ بھی نہ پاسکا میں علاوہ حجاب کے

امام خمینیؒ کے لئے عشق نما ہے ان کے نزدیک صوفیاء کے خرقہ اتار دینے اور معبد کے بت توڑ دینے کے لائق ہیں۔ اس تک پہنچنے کا راستہ یہ مادی سامان نہیں بلکہ صرف عشق ہے جو اس کی رہنمائی کرسکتا ہے:

برکن این خرقۂ آلودہ و این بت بشکن
بہ درعشق فرود آی کہ آن قبلہ نما است ۱۶
تن سے اتار خرقۂ آلودہ بت کو پھینک
آباد گاہ عشق میں قبلۂ نما ہے یہ
درد می جویند این وارستگان مکتب عشق ۱۷
آنکہ درمان خواہد از اصحاب این مکتب غریب است
اس عشق کے مکتب میں بس درد ہی لذت ہے
منت کش درمانی غیروں کے مکاتب ہیں

ایک شعر میں درویش کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ درویش کو نہ خانقاہ سے مطلب ہونا چاہئے نہ خرقہ کی طلب، نہ رندوں سے شکایت، نہ کلاہ درویشی کی ضرورت،

بلکہ درویش تو وہ ہے جسے اپنے سر و جان کی بھی فکر نہ ہو:

خرقہ و خانقاہ از مذہب رندان دوراست
آنکہ دوری کنند از این واز آن درویش است

خرقہ و خانقہ ہے مذہب رنداں سے پرے [۱۸]
دور دنیا کی ہر اک شئی سے ہے جان درویش

امام خمینیؒ عرفان کے اس بلند مقام پر ہیں جہاں منصور کی صدای انا الحق میں فنا کے بجائے خود بینی اور ''انا'' کی بازگشت سنتے ہیں۔

زین مدعیان کہ فاش انا الحق گویند
با خود بینی فنا ندیدم هرگز [۱۹]

کریں برملا جو انا الحق کے دعوے
خدا ہے کہاں وہ خودی میں فنا ہیں

ان کی رباعیاں فنا اور ''حذر'' ایک مثالی تارک الدنیا' عارف حقیقی کے دل کی آواز ہیں ''حذر'' میں وہ اپنی عزیز دختر فاطی سے مخاطب ہیں۔عموماً پیری میں انسان کے پاس یادوں کے علاوہ کچھ اور سہارا نہیں ہوتا ایسے میں یہ یادیں کتنی شیریں ہوتی ہیں لیکن امام خمینیؒ کے لئے یہی یادیں عرفان کے راستہ کا دیو ہیں۔

فاطی بہ سوی دوست سفر باید کرد
از خویشتن خویش گذر باید کرد
ہر معرفتی کہ بوی ہستی تو داد
دیوی است بہ رہ ، از آن حذر باید کرد [۲۰]

فاطی بہ سوی دوست سفر کرنا چاہئے
اپنی خودی سے بچ کے گذرکرنا چاہئے

جس معرفت میں یاد ہو تیرے وجود کی
ہے راستہ کا دیو حذر کرنا چاہئے

صوفیوں کے بارے میں وہ اچھی رائے نہیں رکھتے ،

صوفی بہ رہ عشق صفا باید کرد
عہدی کہ نمودہ ای وفا باید کرد ۲۱
تا خویشتنی ، بہ وصل جاناں نرسی
خود رابہ رہ دوست فنا باید کرد
صوفی ! ہے راہ عشق صفا تجھ کو چاہئے
وعدہ کیا ہے گر وفا تجھ کو چاہئے
ممکن نہیں ہے وصل اگر تجھ میں' تو' رہا
کوچے میں ہوجا اس کے فنا تجھ کو چاہئے

ایک اور مقام پر اسی خیال کو باندھا ہے:

از صوفی ہا صفا ندیدم ہرگز
زین طایفہ وفا ندیدم ہرگز ۲۲
زین مدعیان کہ فاش اناالحق گویند
باخود بینی فنا ندیدم ہرگز
صوفیوں میں صفا نہیں دیکھی
ان میں بوی وفا نہیں دیکھی
ان کے دعوے ہیں بس انا الحق کے
ان میں ہم نے فنا نہیں دیکھی

نامناسب نہ ہوگا اگر ان چند اصطلاحوں کا بھی ذکر کیا جائے جن سے امام خمینیؒ کی

عرفانی شاعری کی بلندی اور وسعت فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام خمینیؒ کے اشعار میں افق، افق مبین اور افق اعلیٰ سے مراد مقام قلب اور مقام روح کی انتہائی منزل ہے۔'' اکسیر اعظم سے مراد انسان کامل ہے۔'امام' مقام خلافت الٰہیہ اور الا' سے ذات حق کی احدیت مراد ہے۔'جنت' تجلیات الٰہی ہے۔'چلیپا' مظہر جلال الٰہی،'معشوق' ذات حق تعالیٰ' درمیکدہ باب اجابت اور نور اللہ نور السّمٰوٰت ہے۔ امام خمینیؒ کے عارف حقیقی ہونے میں کلام نہیں۔ عارف اس منزل و مقام پر ہوتا ہے کہ ماضی و حال و مستقبل اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتے اور اس کی نگاہوں سے حجابات اٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی موت سے بھی واقف ہوسکتا ہے جیسا کہ خود موصوف کا یہ شعر گواہ ہے آپ نے اپنی حیات میں اپنی تاریخ وفات ۱۵ خرداد کا ذکر کیا ہے۔

سالہا می گذرد حادثہ ہا می آید
انتظار فرج از نیمۂ خرداد کشم
مدت سے ہوں حوادث دوراں کا میں شکار
یہ انتظار نیمۂ خرداد کب تلک

بیجا نہ ہوگا اگر مقالہ کا اختتام مرحوم کے اس شعر پر کیا جائے جس میں جمال الٰہی اور مشاہد حق کے علاوہ کچھ اور نہیں:

ہر دم از روی تو نقشی زند راہ خیال ۲۳
باکہ گویم کہ درین پردہ چہا می بینم
کس ندیدست زمشک ختن ونافۂ چین
آنچہ من ہر سحر از بادصبا می بینم
جدھر دیکھو جمال یار کی ہے جلوہ آرائی
ہر اک جلوہ نیا ہم کو بنادیتا ہے سودائی

نہیں مشک ختن او رنافہ چین میں وہ تاثیر یں
کہ جو بادصبا سے روح کو ملتی ہے رعنائی[۲۴]

☆☆☆

حوالے:

۱۔ دیوان امام خمینیؒ

۲۔ قرآن مجید سورہ ۹۵ آیت ۴

۳۔ ایضاً سورہ ۴۰ آیت ۶۴

۴۔ ایضاً سورہ ۳۹ آیت ۲۳

۵۔ سورہ یونس ۲۳۔ مقدمہ سر الصلوات صفحہ سیزدہ ۱۳

۶۔ دیوان امام صفحہ ۴۶

۷۔ سر الصلوات ص ۱۰۱

۸۔ ایضاً ص ۲۔۱۰۱

۹۔ ایضاً ص ۱۰۹

۱۰۔ ایضاً ص ۶۴۔۶۵

۱۱۔ ایضاً ص ۶۹

۱۲۔ دیوان امام خمینیؒ ص ۵۸

۱۳۔ دیوان امام خمینیؒ

۱۴۔ ایضاً ص ۴۷

۱۵۔ ایضاً ص ۴۸

۱۶۔ ایضاً ص ۴۹

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ایضاً

۱۹۔ایضاً ص ۱۰۲

۲۰۔ایضاً ۲۰۳

۲۱۔ایضاً ص ۲۰۳

۲۲۔ایضاً ص ۲۱۷

۲۳۔ایضاً ص ۲۱۷

۲۴۔ مقالہ میں نقل کیے گئے اشعار کا منظوم ترجمہ خود مقالہ نگار کی شعری کاوش کا نتیجہ ہے۔

منابع:
امام خمینیؒ سر الصلوۃ
دیوان فارسی
کشف الاسرار
پرواز بہ سوی ملکوت